انبیاء کا مخالفین کے مقابل پر دعا کا ہتھیار

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۱ رمئی ۱۹۸۴ء بمقام مسجد فضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد درج ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ
مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ
لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ﴿۱۴﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ
ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۵﴾ (ابراہیم: ۱۴-۱۵)
قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ
يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ
فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۹﴾ (الاعراف: ۸۹)
وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱۲۲﴾
رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ
اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ
لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ لَاُقَطِّعَنَّ
اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ

أَجْمَعِينَ ۝١٢٥ قَالُوٓا إِنَّآ إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ۝١٢٦ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ
إِلَّآ أَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ۭ رَبَّنَآ أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا
وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ ۝١٢٧ (الاعراف:۱۲۱-۱۲۷)
وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا أَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ
لِّأَنْفُسِهِمْ ۭ إِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝١٧٩ (آل عمران:۱۷۹)

اور پھر فرمایا:

یہ تمام آیات جو میں نے آپ کے سامنے مختلف سورتوں سے اخذ کر کے تلاوت کی ہیں ان سے متعلق میں گزشتہ ایک سال میں مختلف خطبات میں اظہار خیال کر چکا ہوں اور ان کے مضمون کو جماعت کے سامنے مختلف شکلوں میں واضح کر چکا ہوں لیکن آج ان سب کو اکٹھا اس لئے میں نے پڑھا ہے کہ ان پر اجتماعی غور کرنے سے ایک نیا مضمون سامنے آتا ہے جس کا موجودہ حالات سے ایک بہت گہرا تعلق ہے اور ایک ایسا فلسفہ انسان کے سامنے ابھرتا ہے جو تاریخ انبیاء کے مطالعہ کے سوا انسان پر روشن نہیں ہوسکتا۔

ان آیات کے اجتماعی مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ظہور نبوت ہمیشہ ایسے حالات میں ہوتا ہے جب دنیا بالعموم یا کوئی قوم بالعموم دہریت کا شکار ہو چکی ہوتی ہے اور دہریت کے ساتھ ظہور نبوت کا ایک گہرا تعلق ہے۔ دیگر بداعمالیاں بھی نبوت کی اصلاح کے تابع ہوتی ہیں لیکن دہریت ایک ایسی بیماری ہے جب یہ خون میں داخل ہو جائے اور ایک زہر بن کر پھیل جائے تو اس کا علاج سوائے نبوت کے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ جب قوم دہریت کی طرف مائل ہو جاتی ہے اس وقت ضرورت نبوت ہوتی ہے جیسا کہ پہلے کبھی نہیں پیش آئی ہوتی اور اس کے سوا چارہ کوئی نہیں رہتا۔ یہ دہریت ابتدا میں ایک مخفی حالت میں رہتی ہے۔ قومیں بظاہر مذاہب کی طرف منسوب ہوتی ہیں اور مذاہب کے نام پر بڑا فساد بھی برپا کرتی ہیں اور بلند بانگ دعاوی بھی کرتی ہیں اور مذاہب کی تبلیغ میں بھی مصروف نظر آتی ہیں لیکن اندر سے ان کا ایمان کھایا جا چکا ہوتا ہے اور حقیقت میں اللہ کی ہستی پر ان کا ایمان اٹھ چکا ہوتا ہے۔ یہی وہ فلسفہ ہے جس

کو آنحضور ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ **لو کان الایمان عند الثریالنا له رجل من هٰؤلاء یا رجال من هٰؤلا** (بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ وآخرین منھم) یعنی سورۂ جمعہ میں جب آنحضور ﷺ کی بعثت ثانیہ کا ذکر آیا تو اس کی تشریح میں آپؐ نے صحابہؓ کے سامنے یہ نقطہ بیان فرمایا کہ دوبارہ آنے کی ضرورت یعنی میرے دوبارہ آنے کی، کسی غلام کی شکل میں ضرورت اس لئے پیش آئے گی کہ ایمان ثریا پر جا چکا ہوگا یعنی عملاً وہ زمانہ دہریت کا زمانہ ہوگا۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر باب قولہ تعالیٰ وآخرین منھم) پس نبوت کا دہریت کے ساتھ ایک بڑا گہرا تعلق ہے ویسا ہی گہرا تعلق جیسے زہر کا تریاق کے ساتھ ہوا کرتا ہے اور جب زہر حد سے بڑھ جائے تو اسی قدر تریاق کی شدت بھی زیادہ ہونی چاہئے۔ چنانچہ نبوت وہ آخری علاج ہے زمانے کا اگر یہ ظاہر نہ ہوتو وہ زمانہ لازماً مٹ جایا کرتا ہے۔

پس اس پہلو سے جب ہم غور کرتے ہیں تو ایک اور مضمون ابھرتا ہے اور یہ جو سارا مضمون ہے مختلف رنگ میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں بیان فرمایا ہے۔ پہلی آیت جس کی میں نے تلاوت کی تھی اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حضرت نوحؑ اور بعد میں آنے والے انبیاء کا ذکر فرما کر وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ جب بھی خدا کی طرف سے رسول آئے ہیں ان کے انکار کرنے والوں نے یہ کہا لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا کہ ہم لازماً تمہیں اپنی زمین سے نکال دیں گے اور بے وطن کر دیں گے یا یقیناً تمہیں ہماری ملت میں لوٹ کر واپس آنا ہوگا۔ یہ کلمہ ہے دہریت کا کلمہ جب تک کوئی کہنے والا خدائی اختیار اپنے ہاتھ میں نہ لے اس وقت تک یہ فقرہ کہہ ہی نہیں سکتا کیونکہ وہ وطن جو سب کا مشترک وطن ہو اس کو یہ کہنا کہ یہ میرا وطن ہے اور میں اس وطن سے تمہیں نکال دوں گا یہ سوائے دہریت کے کلمہ ذہن میں آ ہی نہیں سکتا اور وطن سے نکالنے کا صرف یہ مطلب نہیں کہ جسم کے لحاظ سے اٹھا کر باہر پھینک دیا جائے گا۔ وطن سے نکالنے کا یہ بھی مفہوم ہے اور انبیاء کی تاریخ سے ثابت ہے کہ شہری حقوق سے محروم کر دیا جائے گا، تم ہمارے برابر کے ہم وطن نہیں رہو گے خواہ تمہیں ہم زبردستی نکال دیں یا ویسے نکالیں۔ ان دونوں چیزوں کا نام وطن سے نکالنا ہے بلکہ وہ پہلی شکل بعض دفعہ زیادہ مرغوب ہوا کرتی ہیں قوموں کو کہ وطن سے نہ نکلنے دیا جائے اور پھر بھی بے وطن کر دیا جائے چنانچہ انہی آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فرعون نے یہی شکل اختیار کی تھی۔ اس نے کہا تھا کہ میں تمہیں یہاں رکھوں گا اور نہیں نکلنے دوں گا اور اس کے باوجود

تمہیں میں بے وطن کر دوں گا، تم ایک مغلوب قوم کی طرح میرے تابع رہو گے اور نہایت دردناک زندگی تمہاری ہوگی ورنہ تمہیں واپس ہماری ملت کی طرف لوٹ آنا ہوگا۔ تو بے وطن کرنے کا ایک یہ مضمون ہے جو دہریت کے سوا پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔ اس موقعہ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب جنگ واضح ہو جاتی ہے، معاملہ کھل جاتا ہے تو پھر میرے اور میرے بندوں کے مخالفین کے درمیان سے میرے بندے ایک طرف ہٹ جاتے ہیں اور درمیان میں کوئی نہیں رہتا پھر میں جانوں اور میرے بندوں کے مخالفین جانیں پھر یہ جنگ میری اور ان لوگوں کی شروع ہو جاتی ہے جو میرے بندوں کو میرے نام پر دکھ دیتے ہیں۔

لیکن اس مضمون پر مزید روشنی ڈالنے سے پہلے میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ان آیات کے مطالعہ سے بہت ہی واضح طور پر یہ بات انسان کے ذہن میں ابھرتی ہے کہ جب قوم کو کوئی نبی مخاطب کرتا ہے خدا کے نام پر تو جیسا کہ میں نے بیان کیا اس سے پہلے، اس واقعہ سے پہلے ان کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ دہریہ ہو چکے ہیں۔ جب خدا کے نام پر مخاطب کیا جاتا ہے تب ان کو یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ ہم تو کہانیوں میں ایمان لائے ہوئے تھے۔ گزشتہ زمانوں میں ایسے واقعات ہو گئے ہوں تو فرق کیا پڑتا ہے لیکن اس زمانے میں اس روشنی کے زمانے میں ہو کیسے سکتا ہے کہ ایک بندے سے خدا کلام کرے اور خدا کے نام پر وہ ہمارے اوپر مسلط کیا جائے اس لئے وہ اس کا انکار کر دیتے ہیں اور جب انکار کرتے ہیں تو قدم قدم پر ان کو اپنی دہریت کا اقرار کرنا پڑتا ہے کیونکہ نبوت کے مقابلے پر جس کے ساتھ عقل کل ہوتی ہے جس کے ساتھ ہر قسم کی منطق ہوتی ہے اور الٰہی نشان ہوتے ہیں اس کے مقابل پر سوائے اس کے کہ غیر معقول طرز اختیار کی جائے کوئی چارہ نہیں رہتا دشمن کے لئے اور غیر معقول طرز اختیار کرنے کے لئے ، دھاندلی اختیار کرنے کے لئے ، جبر کے لئے خدائی اختیار ہاتھ میں لینے پڑتے ہیں کیونکہ اگر خدائی اختیار نہ ہوں اور بندے کے برابر کے اختیار ہوں تو ان میں سے کوئی صورت بھی اختیار نہیں کی جاسکتی۔ تو ایک مجبوری در پیش ہے مخالفین کو، ان کو انکار نبوت دہریت کی طرف دھکیل دیتا ہے اور پھر ان سے خدا نمودار ہوتا ہے اور وہ جھوٹا خدا سچے نبی کی مخالفت کا علَم ہاتھ میں اٹھا کر تمام وہ ذرائع اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے انسانی فطرت جس کو دھکے دیتی ہے اور اس سے کراہت محسوس کرتی ہے۔ تو فطرت انسانی بھی نتھر کر الگ ہو جاتی ہے، معقولیت بھی نتھر کر الگ ہو جاتی ہے، قربانیاں اور ایثار نتھر کر الگ

ہو جاتے ہیں اور اس کے مقابل پر دھاندلی اور جبر اور غیر معقولیت اور تکبر اور خدائی کے دعوے یہ ایک طرف کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اس کو کہتے ہیں لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ (الانفال:۳۸) اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم تمہیں اس حال پر رہنے دیں جس حال میں تم ہو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ خبیث اور طیب کی تمیز نہ کر دے۔ ایک Polarization وجود میں آتی ہے، ایک صف آرائی ہوتی ہے جس میں نامعقولیت، جبر، اپنی بات پر ضد اور دھاندلی اور دعوی خدائی ان معنوں میں کہ انسانی حقوق کی پامالی کا حق ایک قوم اختیار کر لیتی ہے اور اس کے مقابل پر بظاہر بے طاقتی اور بے بسی لیکن صبر اور معقولیت اور دلائل اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور پورا توکل یہ نتھر کر الگ ہو جاتے ہیں۔ تو یہ وہ آخری Polarization ہے، آخری صف آرائی ہے جس کے بعد پھر خدا کے دخل دینے کا وقت آتا ہے لیکن اس سے پہلے ایک اور واقعہ رونما ہو جاتا ہے جس کا قرآن کریم کی بعض اگلی آیات ذکر کریں گی۔

دوسری آیت جس کی میں نے تلاوت کی تھی اس میں اس مضمون کو استکبار کے ذریعے کھول کر بیان فرمایا۔ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ کہ یہ دراصل دہریت کے نتیجہ میں نبوت کا انکار ہوا کرتا ہے کیونکہ استکبار اور دہریت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ استکبار کہتے ہیں خدا کے کبر کو اس کی ذات سے چھین کر اپنی ذات کی طرف منسوب کر دینا۔ بڑائی تو صرف اللہ ہی کی ہے، اللہ اکبر میں یہی تعلیم دی جاتی ہے اگر انسان اپنے آپ کو اکبر کہنے لگ جائے تو اس کا نام ہے استکبار۔ وہ کبر جو کسی کی ذات کو زیبا نہ ہو، جو اس کا حق نہ ہو اسے وہ چھین کر کسی سے زبردستی اپنا لے۔ یہ باب استفعال سے استکبار نکلا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ کسی کی چیز کو اپنا لینا۔ استحصال جس طرح ہے چیز حاصل نہ کر سکے تو استحصال کرے، چھین لے، ہضم کر لے، غصب کر لے تو خدا تعالیٰ کا کبر چھین لینے کا نام استکبار ہے اور یہ سوائے دہریت کے پیدا نہیں ہو سکتا۔

حضرت شعیبؑ کے مخالفین نے بھی اس آیت سے پتہ چلتا ہے یہی دعویٰ کیا لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا یا تمہیں واپس لوٹ کر آنا ہوگا۔ اگلی آیت میں اس قوم کی یا ان لوگوں کی خدائی کا بھانڈہ پھوڑ دیا ہے۔

حضرت شعیبؑ نے ایسا پیارا جواب دیا ہے کہ سارا Inflated غبارہ جو ہے وہ ایک دم Collapse کر کے بالکل بے معنی اور خالی ہو جاتا ہے اپنے استکبار سے۔ جواب وہ دیتے ہیں قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ کہ تم کہتے ہو کہ ہماری ملت میں لوٹ آؤ تو ملت میں تو لوٹ آنا تو ذہن اور دل سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ ہمارے دل قائل نہ ہوں اور تم زبردستی اپنی ملت میں ہمیں واپس لے آؤ۔ تو تم تو اتنے بے اختیار ہوا ے خدائی کے دعویدارو! کہ تمہارا تو اتنا بھی اثر نہیں ہے ہمارے دماغ اور دل پر کہ تمہاری تلواریں ہمارے دماغوں اور دلوں کو یہ قائل کرسکیں کہ تمہاری ملت میں آنا بہتر ہے۔ کتنا عظیم الشان جواب ہے، اظہار درد کا بھی کمال ہے اور اظہار حکمت کا بھی کمال ایسی غالب دلیل دی ہے اس جھوٹی خدائی کے خلاف کہ جس کے سامنے کسی کی پیش نہیں جاسکتی کہ تم تو بہت بڑے بن رہے ہو تم تو کہتے ہو ہماری زمین ہے ہم تمہیں نکالیں گے یا زبردستی واپس لے آئیں گے تو حالت تمہاری یہ ہے کہ نہ ہمارے دل کو قائل کرسکو نہ دماغ کو قائل کرسکو۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مضمون آگے بڑھ کر فرعونیت میں تبدیل ہو جاتا ہے کیونکہ ان تین مثالوں کے بعد پھر فرعون کی مثال آتی ہے اور جس میں ایک اور پیغام ہے وہ یہ ہے کہ جب تم سچی نبوت کا انکار کرو گے اور اپنے لئے خدائی کی صفات اپنے لئے ہتھیانے کی کوشش کرو گے تو تم پر ایک جھوٹا خدا مسلط کیا جائے گا جس کے قبضۂ قدرت سے پھر تم نہیں نکل سکو گے اور دردناک عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے کیونکہ سچی نبوت سے اگر تم بچنا چاہتے ہو تو اس کا متبادل آزادی نہیں رہی اب۔ جب خدا فیصلہ کرتا ہے تمہیں اپنے قبضے میں لینے کا تو دو ہی شکلیں ہیں یا تمہیں اللہ کے قبضے میں آنا پڑے گا یا غیر اللہ کے قبضے میں جانا پڑے گا تو جو تمہارے انکار کا فلسفہ ہے جو نفسیاتی کیفیت انکار پر منتج ہو رہی ہے وہ تو دہریت ہے اور خدائی کا دعویٰ ہے تو اس کی سزا یہ ہے کہ تم پر پھر ایک فرعون مسلط کیا جائے گا۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ کو دیکھو جب جادوگروں نے جو فرعون کی تائید میں کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ خدا موسیٰؑ کی طرف ہے اور نہ ہماری طرف ہے اور نہ ہمارے فرعون کی طرف ہے تو باوجود اس کے کہ نہایت عاجز اور کمزور لوگ تھے قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ انہوں نے کہا کہ ہم تو رب العلمین پر ایمان لے آتے ہیں اور یہ وضاحت کرنے کے لئے کہ کہیں غلطی سے فرعون نہ یہ سمجھ لے کہ میں ہی رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہوں انہوں

نے مزید کہا کہ ربِّ موسیٰ وھارون ہم اس خدا کو رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تسلیم کرتے ہیں جو موسیٰ اور ھارون کا خدا ہے۔قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ بڑے بیوقوف لوگ ہواور بڑے سرکش ہو کہ میری اجازت کے بغیر کسی اور خدا پر ایمان لاتے ہو؟ گویا فرعون کا یہ کہنا بتا رہا ہے کہ وہ اپنے آپ کو رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے بالا سمجھ رہا تھا، یہ کہہ رہا تھا کہ میرے سوا تو اور کوئی رب نہیں ہے جس کی تم اطاعت کرو اور مجھ سے پوچھے بغیر کسی ماتحت کی اطاعت کا تمہیں کوئی حق نہیں ہے چنانچہ کہتا ہے کہ دیکھو فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اس جرأت اور اس سرکشی کی سزا بھی میں تمہیں دوں گا اگر میں تمہارا خدا نہیں ہوں تو سزا دینے کا حق مجھے کیسے حاصل ہو گیا؟ سزا دینے کی طاقت مجھے کیسے نصیب ہوگئی اور سزا جو اس نے تجویز کی وہ یہ تھی لَاُقَطِّعَنَّ اَیْدِیَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ کہ ہم تمہارے ہاتھ کاٹ دیں گے اور پاؤں کاٹ دیں گے بازو کاٹ دیں گے اور پاؤں کاٹ دیں گے مخالف سمتوں سے اور کلیتہً بیکار کر دیں گے۔ روزی سے محروم کرنے کے لئے اور انتہائی ذلت اور فلاکت کی حالت میں کسی قوم کو مبتلائے عذاب کرنے کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں ہو سکتا۔

ہاتھ کاٹنے سے مراد ہے روزی کے ذریعے کاٹ دیئے جائیں۔ایسے ذرائع اختیار کئے جائیں کہ کلیتہً ان کی اقتصادی حالت کو تباہ کر دیا جائے اور پاؤں کاٹنے سے مراد یہ ہے کہ جائے فرار نہ رہنے دی جائے ،وہ بھاگنا چاہیں تو ان کو نہ بھاگنے دیا جائے۔ چنانچہ فرعون نے آگے جا کر اِس بات کو واضح کر دیا کہ میں تمہیں،ایک اور آیت میں بڑے کھلم کھلا کہتا ہے کہ یہ تو تمہیں یہاں سے بھگانا چاہتا ہے اور میں نہیں بھاگنے دوں گا تو گویا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا اور پاؤں بھی کاٹ دوں گا

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ کہ تم جو خدائی کا،اس میں ہر جگہ جو جواب ہے انبیاء کا حیرت انگیز ہے،اس میں اپنے ایمان کا اثبات بھی ہے،توکل علی اللہ بھی ہے،صبر اور مظلومیت بھی ہے اور ایک جھوٹے خدا کا ایسا منہ توڑ جواب ہے کہ اس کے بعد اس کا کوئی جواب ممکن نہیں رہتا۔ان جادوگروں نے جو حضرت موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے انہوں نے کہا کہ اچھا یہ سب کچھ تم کرو گے اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ اگر تم یہ سب کچھ کرو گے تو ہم اپنے رب کی طرف لوٹ جائیں گے۔ کیسا عظیم الشان جواب ہے اس پر غور کریں تو فصاحت و بلاغت کا یہ ایک معراج ہے۔

اِنَّآ اِلٰی رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ کہ تم تو دشمن خدا ہو جاؤ گے نا، تم تو ایک مخالف خدا بن جاؤ گے۔ ہمارے اس لئے ہمارے پاس تم یہ سمجھو گے کہ ایک تمہارے ظلموں کے نتیجہ میں ہم تمہاری طرف آئیں گے! کتنے بیوقوفوں والا خیال ہے! ہمارے پاس تو اور بھی اس کے سوا چارہ نہیں رہے گا کہ اپنے خدا کی طرف لوٹ جائیں جو ہمارا رب ہے اور ہم اس کے قریب ہو جائیں گے جتنا تم ہمیں دور کرنے کی کوشش کرو گے کیونکہ ظلم کے نتیجہ میں تو قومیں دور ہٹا کرتی ہیں قریب نہیں آیا کرتیں۔ کیسی حماقت ہے فرعون کی جس کو ظاہر کر دیا ان چند جادوگروں نے کہ تم کہتے ہو جبر کے ذریعے ہمیں واپس لے آؤ گے اور ہم تمہیں بتا رہے ہیں کہ جبر کے ذریعے ہم تمہاری طرف واپس نہیں آئیں گے۔ جس خدا کا تم انکار کر رہے ہو اس کی طرف زیادہ تیزی کے ساتھ دوڑیں گے اور اگر تم ہمیں ہلاک کرنے میں کامیاب ہو گئے تو تمہاری خدائی کا دعویٰ ویسے ہی جھوٹا ثابت ہو جائے گا کیونکہ اس دنیا کی ہلاکت کا مطلب ہے تمہارے چنگل سے آزادی پھر بھی تمہارے قریب نہیں رہتے، پھر بھی اپنے رب ہی کی طرف لوٹ کر ہمیں جانا ہوگا۔

کیسی بے اختیاری ہے ان انسانوں کی جو خدائی کا دعویٰ کر دیتے ہیں جس کو اس جواب میں ظاہر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ تمہیں تکلیف کیا ہے؟ کس بات کا غصہ ہے وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰیٰتِ رَبِّنَا تم سوائے اس کے کسی بات کو برا نہیں منا رہے کہ ہم نے اپنے رب کے نشانات کو دیکھا اور انہیں قبول کیا جب وہ ہمارے پاس آئے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسْلِمِیْنَ اے خدا! یہ ہمارے ارادے ہیں کہ ہم تیری خاطر اپنا سب کچھ لٹانے کے لئے تیار بیٹھے ہیں لیکن ہم خدائی کے دعوے دار تو نہیں، ہم تو عاجز بندے ہیں اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ اس کی توفیق پائیں گے جب تک تو توفیق نہیں دے گا۔ کیسا کامل مضمون ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے! اس کو کہتے ہیں قرآن کریم کی صداقت کا معجزہ اور نشان، حیرت انگیز کتاب ہے کہ اس کی کوئی نظیر دنیا میں آپ کو نہیں مل سکتی۔ ایک مربوط مضمون ہے جس میں صرف سطح پر مضمون نہیں چل رہا بلکہ اس کے اندر ڈوبے ہوئے گہرے مضامین کا سلسلہ ساتھ ساتھ جاری ہے۔ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا کہتے ہیں اے خدا! ہم تو تیرے نام پر یہ دعوے کر بیٹھے ہیں سب کچھ، اپنے لئے تو ہم نے کچھ بھی نہیں کہا ہم تو یہ کہتے ہیں فرعون کو جو دنیا کا سب سے بڑا جابر ہے آج اور سلطنت کی طاقتوں پر قابض ہے کہ تو یہ سب کچھ کر اور ہم اس کے مقابلہ پر پہلے سے بڑھ کر

اپنے رب کے حضور حاضر ہوں گے اس لئے اے خدا! جب ہم نے تجھے رب تسلیم کرلیا ہے تو ہمارے ان دعووں کو سچا کر دکھا! اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما! وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِيۡنَ اور یہ ظالم چاہتے ہیں کہ ہم غیر مسلم ہو کر مریں لیکن خدا کی قسم ہم مسلم ہو کر مریں گے اگر تو ہمیں توفیق بخشے گا۔ **یہی پیغام ہے آج ہر احمدی کے لئے ایک احمدی بھی غیر مسلم کے طور پر نہیں مرے گا ہر احمدی اگر جان دے گا تو مسلمان کے طور پر جان دے گا اور اللہ تعالیٰ سے صبر مانگتا ہوا جان دے گا۔**

پھر خدا فرماتا ہے کہ یہ کچھ ظلم ہو بھی جائیں گے اور ہو سکتا ہے تم دیکھو کچھ دیر کے لئے مہلت مل رہی ہو لیکن اس مہلت سے تم نے گھبرانا نہیں ہے کیونکہ یہ ہماری تقدیر کا حصہ ہے ہم کچھ حصہ آزمائش کا ڈالا کرتے ہیں اپنے مومنوں پر اور وہ کیوں؟ اس لئے کہ اس کے بغیر خدا کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا اس میں دہریت اور خدا پر ایمان کی آخری جنگ کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور یہ جنگ ہمیشہ نبوت کے ظہور پر پیدا ہوتی ہے دہریت اور ایمان باللہ یہ دونوں صف آرا ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے مقابل پر۔ اس وقت یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کی کمزوری اور بے چارگی کو ظاہر کیا جائے کیونکہ اگر وہ کمزور اور بے چارے اور بے بس نہ ہوں تو ان کی فتح کوئی معجزہ نہیں، ان کی فتح کسی خدا کی ہستی کا کوئی ثبوت نہیں، ایک طرف ظاہری طاقتیں اپنے عروج پر آجائیں اور ساری طاقتوں کے سر چشمے ان کے ہاتھوں میں چلے جائیں اس کے مقابل پر بالکل نہتے اور بے بس جن کے ہاتھ میں نہ اپنا رزق رہے نہ جائے فرار رہے ایسے لوگوں کو جب کچھ دیر کے لئے دکھ دیئے جاتے ہیں تو پھر جو ان کی فتح ہے وہ خدائی کو ثابت کرتی ہے، وہ بتاتی ہے کہ خدا اس کائنات کا موجود ہے چنانچہ فرمایا وَلَا يَحۡسَبَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا مومن تو صبر اور شکر کے ساتھ گزارے کرتے چلے جائیں گے اور اپنے خدا سے غافل نہیں ہوں گے دکھوں کے نتیجہ میں اور خدا سے دور ہٹنے کی بجائے جیسا کہ پچھلی آیت میں بیان ہوا تھا خدا کے اور بھی قریب جائیں گے لیکن ہو سکتا ہے کافر کسی جھوٹے زعم میں مبتلا ہو جائیں اور جھوٹی خوشی میں مبتلا ہو جائیں اور وہ یہ تعلّی کرنے لگیں کہ دیکھو کوئی خدا نہیں تھا ان بندوں کا کوئی خدا نہیں تھا کیونکہ ہم نے ان کو ہر قسم کے عذاب دیئے اور ان کے تمام حقوق چھین لئے، اس کے باوجود ان کی مدد کو کوئی باہر کی طاقت نہیں آئی۔ یہ وہم نہ پیدا ہو جائے اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مومنوں کے لئے نہیں کافروں کے لئے کیونکہ مومنوں کا

نقشہ جو پہلے کھینچا گیا ہے اس میں تو ہر دکھ خدا کے قریب کرتا ہے مومن کو نہ کہ اس سے دور کرتا ہے تو فرمایا وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اس وہم میں مبتلا نہ ہو جائیں انکار کرنے والے اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ کہ ہم جو انہیں مہلت دے رہے ہیں یہ ان کے لئے بہت اچھی بات ہے، بہت ڈھیل مل رہی ہے ان کو فرمایا اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ہم انہیں مہلت دیتے ہیں تا کہ وہ اپنے گناہوں میں اور بڑھ جائیں اور ان کا کفر اور ان کا تمرّد اور ان کا خدائی کا دعویٰ اور کھل کر سامنے آجائے دنیا کے یہاں تک کہ کوئی شک کی گنجائش نہ رہے کسی کے لئے آج خدائی اور بے خدائی کی جنگ ہونے والی ہے۔ فرمایا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ جتنے بڑے وہ دعوے کرتے تھے اتنا ہی ذلیل کن عذاب ان کے لئے مقدر ہے۔ اس بات کو کوئی دنیا میں ٹال نہیں سکتا ایک ایسا مقدر ہے جسے کوئی تبدیل کر ہی نہیں سکتا چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے اسی لئے فرمایا کہ

ے اگر تیرا بھی کچھ دیں ہے بدل دے جو میں کہتا ہوں
کہ عزت مجھ کو اور تجھ کو ملامت آنے والی ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ: ۵۹۵)

کتنا عظیم الشان دعویٰ ہے لیکن ایک عاجز بندے کا دعویٰ ہے اپنی طاقت کی بنا پر یہ دعویٰ نہیں یقین کی بنا پر دعویٰ ہے، کامل غیر متزلزل ایمان کی بنا پر دعویٰ ہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس میں مذہب کی فتح اور غیر مذہبی قوتوں کی شکست آخری شکل میں ظاہر ہوتی ہے۔

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ میں جماعت کو جب مجھ سے پوچھا گیا کہ کیا ہمیں کرنا چاہئے تو سب سے زیادہ میں نے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی اور بعض لوگوں کو اطمینان نصیب نہیں ہوا کیونکہ اتنا جوش ہے طبیعتوں میں، اتنے ولولے ہیں اپنی زندگیاں پیش کرنے کے لئے، اپنی ہر چیز خدا کی راہ میں داؤ پر لگا دینے کا جوش تو وہ کہتے ہیں آپ نے تو کچھ بھی ہمیں جواب میں نہیں بتایا، ٹھیک ہے دعا تو ہم کرتے ہی ہیں لیکن اور کچھ بتائیں تا کہ ہمیں تسلی ہو کہ ہم کچھ کر رہے ہیں۔

میں جماعت کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ جماعت کے مفاد میں، اسلام کے مفاد میں ان حدود کے اندر رہتے ہوئے جن کی قرآن کریم اجازت دیتا ہے جب بھی مجھے کسی قربانی کی، کسی شخص کی

قربانی کی ضرورت پیش آئے گی، کسی جماعت کی قربانی کی ضرورت پیش آئے گی میں ہرگز اس سے گریز نہیں کروں گا لیکن یہ صورت حال ایسی ہے کہ اس وقت سب سے بڑا ہتھیار ا ہمارا دعا ہے اور دعاؤں میں اپنے آپ کو اس طرح ہلکان کر دینے کی ضرورت ہے کہ ناممکن ہو جائے اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے کہ وہ مزید دیر کرے۔ اس کے سوا اور کوئی اس وقت صورت حال ہے نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا یہ مخفی کفر اور ظاہر کفران دونوں کی ایمان باللہ کے مقابل پر ایک جنگ چل رہی ہے اور جب آپ اپنے دلوں کو ٹٹولیں گے تو آپ پر یہ ایک حیرت انگیز انکشاف ہوگا کہ آپ کے اندر بھی یہ جنگ شروع ہو چکی ہے۔ پردۂ غیب پر ان حالات میں ایمان لانا اور دعا کو ایک موثر ذریعہ سمجھنا یہ بھی ایک بہت بڑا امتحان ہوا کرتا ہے اور ہر مومن بھی ایمان کی ایک حالت پر نہیں ہوا کرتا بہت سے مومن ایسے ہوتے ہیں جب ان کے ذرائع یعنی مادی اور دنیاوی ذرائع کاٹ دیئے جاتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو بے بس سمجھ کر اس لئے دعا کرتے ہیں کہ اب اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ یہ بھی ایک دہریت کی مخفی قسم ہے کیونکہ جو خدا کا بندہ ہے وہ سب سے پہلے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور دنیاوی ذرائع کی طرف اس لئے متوجہ ہوتا ہے کہ میرے خدا کا حکم ہے کہ جو کچھ مقدور بھر ہے وہ تم ضرور کرو چنانچہ ایسی حالت میں حقیقت میں ایمان پہچانا جاتا ہے جب کہ ذرائع ہاتھ سے مسدود ہو جائیں۔

پھر ایک اور طرح کا امتحان بھی آتا ہے اس وقت بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ دعا تو ہم کر رہے ہیں مگر ہمارے ہاتھ میں تو کچھ بھی نہیں ہے، اس وقت ایمان بالغیب کے امتحان کا وقت ہوا کرتا ہے۔ اگر ایسی صورت میں جماعت یعنی ایک مظلوم جماعت جس پر ظلم کئے جا رہے ہیں اور ساری مادہ پرستی کی طاقتیں اس کے مقابل پر کھڑی ہوگئی ہیں وہ اگر ایمان کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے اور دعا اس یقین سے کرے کہ لازماً قبول ہوگی، ساری کائنات کی طاقتیں ہماری پشت پر کھڑی ہیں اور ہمارے مدمقابل کو وہم ہے کہ وہ طاقتور ہے۔ جب اس یقین سے دعا کی جاتی ہے تو الٰہی غیب اور دنیا کے حاضر کی لڑائی ہو جاتی ہے، وہ قوم جس کے ہاتھ میں کچھ بھی نہ آ رہا ہو جب وہ دعا کرتی ہے تو ایمان بالغیب کا وہ امتحان کا وقت ہوا کرتا ہے اور اگر وہ یقین کرے کہ سب سے بڑا ہتھیار دعا ہے تو عظیم الشان تبدیلیاں اس کے اندر پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں، ساری فتوحات کے دروازے ایمان بالغیب کی راہ سے کھلتے ہیں۔

سب سے پہلے تو نفس کی اصلاح ہے، اللہ تعالیٰ کا قرب ہے جو دعا کے نتیجہ میں حاصل ہوتا

ہے اور دل کے اندر انسان اپنے دہریت کے زنگوں کو دھونا شروع کر دیتا ہے، ساتھ ساتھ دعا کرتا ہے، ادھر سے خوف بڑھا ہوا ہوتا ہے دل ڈر رہا ہوتا ہے کہ پتہ نہیں یہ ہتھیار کوئی ہے بھی کہ نہیں اور پھر جب اس کو توفیق ملتی ہے ایک آخری فیصلہ کرنے کی کہ ٹھیک ہے اگر خدا نہیں ہے تو پھر مقابل ضرور جیتے گا اور اگر خدا ہے تو لازماً اس کے مقدر میں شکست ہے اور ساری فتوحات میرے ہاتھ میں ہیں۔ تو آخری صورت پھر وہی بنتی ہے دہریت اور خدائی کی جنگ اور دعا کے ذریعہ بندہ اپنے بوجھ کو اپنے رب کی طرف منتقل کر رہا ہوتا ہے اور خود بیچ میں سے نکل جاتا ہے اس لئے جیسا کہ میں نے پہلے بھی زور دیا تھا آئندہ بھی اس بات پر زور دوں گا کہ **سب سے زیادہ آج جو ہتھیار ہمارے کام آسکتا ہے وہ دعا کا ہتھیار ہے۔ اس سے زیادہ عظیم الشان کوئی ہتھیار نہیں ہے اور اگر یہ ہتھیار کام نہیں کرتا تو پھر کوئی خدا نہیں ہے۔** چنانچہ آنحضرت ﷺ نے یہی دعا عرض کی اپنے رب کے حضور جنگ بدر میں

اللّٰھم اِنْ اَھلکتَ ھذہِ العِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فی الارض ابداً۔

(مسلم کتاب الجہاد والسیر باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر)

کہ اے خدا آج ان لوگوں کو تو نے مرنے دیا تو پھر تیری عبادت کبھی نہیں کی جائے گی کیونکہ یہی عبادت کا خلاصہ ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لانے والے ہیں۔ یہ مٹ گئے تو دنیا داروں نے کہاں تیری پھر عبادت کرنی ہے اس لئے دعا سب سے اہم اور آخری اور فیصلہ کن ہتھیار ہے۔ اس ہتھیار کے ذریعے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقتوں کے ٹکڑے اڑ سکتے ہیں اگر وہ خدا سے ٹکر لیں تو جماعت احمدیہ کا تو سب کچھ دعا ہے اس لئے جب میں دعا کہتا ہوں تو ہرگز یہ نہ سمجھیں کہ کوئی اور چیز سمجھ میں نہیں آرہی ہوتی میں کہتا ہوں کہ چلو دعا ہی کرو نعوذ باللہ من ذٰلک ہرگز ایسی کوئی صورت نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ دعا ہی کے ذریعہ سارے کام بنتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ دعا ہی کے ذریعہ جماعت احمدیہ کو تمام فتوحات نصیب ہوئی ہیں لیکن اس طرح دعا کریں جیسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ’’منگن جا سو مر رہے مرے سو منگن جا‘‘ ایک محاورہ ہے پنجابی کا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے استعمال فرمایا۔ بہر حال یہ بہت ہی پیارا پنجابی کا فقرہ ہے منگن جا سو مر رہے مرے سو منگن جا کہ اگر تم نے مانگنے جانا ہے تو پھر مر جاؤ یعنی عجیب بات ہے کہ ’مرے سو منگن جا‘ میں بھی بڑا لطیف ایک پیغام ہے کہ مانگنا خود ہی ایک ایسی چیز ہے جب انسان موت قبول کر لیتا ہے

اپنے اوپر پھر مانگنے پر آمادہ ہوا کرتا ہے۔ اپنی غیرت پر، اپنے نفس پر، اپنی انانیت پر اور اس کے بغیر مانگنا ہے ہی بے معنی تو خدا کے متعلق جب یہ استعمال ہوتا ہے فقرہ تو بہت عظیم الشان معنی اختیار کر لیتا ہے۔ منگن جا سومر رہے کہ جب خدا کے حضور مانگنے جاتے ہو تو اپنی انانیت، اپنی دنیا کی تدبیروں کا خدا، اپنے دوسرے ذرائع کو ساتھ لے کر کیوں چلتے ہو پہلے ان پر موت وارد کر لو کچھ بھی نہ چھوڑ واپنا اور پھر اس نیت سے جاؤ کہ مر جائیں گے اس راہ میں، لے کر واپس آئیں گے، اس کے نتیجہ میں بکریوں کی طرح لوگ ذبح ہو رہے ہوتے ہیں، دعا میں ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے مرے سو منگن جا اگر مر چکے ہو تو پھر جاؤ مانگنے اس کے بغیر تمہیں مانگنے کا کوئی لطف نہیں، مانگنے کے کوئی معنی نہیں ہیں۔

تو جماعت احمدیہ جب ان معنوں میں اللہ تعالیٰ کے حضور جھکے گی اور گریہ وزاری کرے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ دیکھتے دیکھتے عظیم الشان تبدیلیاں واقعہ ہوں گی۔ جس غیب پر آپ ایمان لاتے ہیں پھر غیب سے ہی تو ہاتھ ظاہر ہوں گے، آپ کسی حاضر پر تو ایمان لا نہیں رہے۔ غیب کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہاں سے آپ کی مدد کے لئے فرشتے اُتریں جہاں سے دنیا ان کو دیکھ ہی نہیں سکتی، ایسی نصرت کے سامان پیدا ہوں کہ آپ کا تصور بھی نہیں جاسکتا کہ کہاں کہاں سے نصرت کے سامان پیدا ہوں گے، بارش کے قطروں کی طرح ہر طرف سے پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہونے لگ جاتی ہے **لیکن یہ کامل یقین رکھیں کہ لازماً آپ نے جیتنا ہے، سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کسی جھوٹے خدا کے جیتنے کا** اور اس یقین کے ساتھ قربانی کے لئے تیار رہیں کیونکہ مرے سو منگن جا میں یہ پیغام بھی ہے کہ جب تم خدا کے حضور مانگنے کے لئے جا رہے ہو تو اس کے حضور اپنی ہر چیز، اپنی ہر خواہش پر بھی موت طاری کر لو پھر جو کچھ مٹ جاتا ہے مٹ جائے فرق ہی کوئی نہیں پڑتا۔ وہ قوم جو مرنے پر تیار ہو چکی ہوتی ہے مارنے پر نہیں بلکہ مرنے پر اس قوم کو دنیا میں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔

چنانچہ یہ دوسرا واقعہ بھی جنگ بدر سے ہی ثابت ہے، دعا کا آخری مفہوم بھی جنگ بدر سے پتہ چلتا ہے اور یہ مضمون بھی جنگ بدر سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ جب آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ اپنی نہایت غربت اور کسمپرسی کی حالت میں صف آرا تھے، تین سو تیرہ جن میں بوڑھے بھی تھے، بچے بھی تھے، ایسے بھی تھے جن کے ہاتھ میں لکڑیوں کی تلوار تھی ایسے بھی تھے جو لنگڑے تھے، ایسے غریب بھی تھے کہ جب وہ شہید ہوئے تو ان کے بدن کی چادر ان کو پورا ڈھانپ نہیں سکتی تھیں، اوپر کا جسم ڈھانپتے تھے تو نیچے کا ننگا ہو جاتا

تھا، نیچے کا ڈھانپتے تو اوپر کا ننگا ہو جاتا، نہایت ہی کسمپرسی کی حالت تھی۔ اس کے مقابل پر ایک ہزار عرب کا چوٹی کا چنیدہ جوان سرخ اونٹوں پر سوار اور گھوڑوں پر سوار اور ساتھ ان کے طبلے اور بینڈ اور عورتیں جو مشہور جنگی گیت گایا کرتی تھیں اور مخالفین پر ان کی آوازیں ایک رعب طاری کر دیا کرتی تھیں اور اپنے ساتھیوں کے دلوں میں بڑے بڑے ولولے جاگنے لگتے تھے ان آوازوں سے۔ وہ طائفے بھی ساتھ تھے جو جنگی نغمے گانے کی بڑی چوٹی کی ماہرین عورتیں تھیں۔ تو اس حالت میں جب کفار مکہ نے ایک نمائندہ کو بھیجا کہ پتہ تو کرو کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے لشکر کا حال کیا ہے وہ ہیں کون لوگ جو ہمارے مقابل پر آئے ہیں تو وہ آدمی آیا اس نے ایک نظارہ کیا لشکر کا اور واپس گیا اور اس نے جا کے کہا کہ یہ حالت ہے اس لشکر کی اور سارا نقشہ کھینچا کہ تمہارے مقابل پر کوئی بھی حیثیت نہیں، لولے، لنگڑے، بڈھے، بیمار، کمزور نہتے لوگ، غریب فاقہ کش، یہ تمہارے مقابلے پر نکلے ہیں لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دیتا ہوں کہ جیتیں گے وہی تم کبھی نہیں جیت سکتے۔ سننے والوں نے تعجب سے پوچھا کہ یہ تم کیا پاگلوں والی بات کر رہے ہو، اس نے کہا کہ یہ پاگلوں والی بات نہیں ہے میں جانتا ہوں میں وہاں تین سو تیرہ موتیں دیکھ کر آیا ہوں، تین سو تیرہ زندہ لوگ نہیں دیکھ کر آیا۔ ان میں سے ہر ایک یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ ہم مر جائیں گے لیکن واپس نہیں جائیں گے اس لئے جب مر چکی ہو کوئی لڑنے والی قوم تو اس پر تم کبھی فتح نہیں پا سکتے۔ تمہارے اندر زندگی کی تمنائیں ہیں وہ اپنی زندگی کی تمنائیں چھوڑ آئے ہیں پیچھے، اس لئے میں یہ کہتا ہوں کہ وہ جیتیں گے اور تم ہارو گے۔

تو اس رنگ میں دعا کریں کہ زندگی کی تمنائیں ختم کر چکے ہوں کچھ بھی باقی نہ رہے۔ اس سے ایک عجیب بے خوفی پیدا ہوتی ہے ایک نئی زندگی امن کی نصیب ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَلَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ﴿۶۳﴾ (یونس:۶۳) اس کا یہ بھی ایک مفہوم ہے کہ ولی تو تب بنتے ہیں جو سب کچھ دے بیٹھتے ہیں خدا کو، کہتے ہیں ہمارا نہیں ہمارے دوست کا ہو گیا، زندگیاں بھی، سب چیزیں بھی۔ تو دشمن تو یہی چیزیں ان سے چھین سکتا ہے وہ تو ان کی رہتی نہیں ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہر چیز ہمارے خدا کی ہو چکی ہے تو لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ اس کے نتیجہ میں ان کے سارے خوف دور ہو جاتے ہیں۔ تو اس رنگ میں دعائیں کریں اور یقین رکھیں، **میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً اور یقیناً اور یقیناً مسیح موعود کے غلام جیتے گے اور اس کے مقابل پر تمام کبر کی طاقتیں پارہ پارہ ہو جائیں گی۔**